وقف وابتداء اور حُسنِ معانی قرآن

ڈاکٹر محمد اویس*

Quran e karim is prior to all scriptures cause of its verbal and meaningful inimitability.scripture of Allah has a quality that if its one word is affiliated with before or after, it generates two differint meanings in all two conditions.its meaning enhances by stopping over in every location from both fo them. Nabi Kreem peace be upon Him himself taught his companions (sahabah) knowledge of waqoof e Quran (to stop over in different locations of Quran) and forbade some people from stopping over wrong places and warned them.it depicts the significans of knowledge of Waqf o Ibtada, the other thing that this knowledge is one of the kinds of uloom e Quran. Quran e karim's meanings are assumed wrongly due to unawareness of this knowledge.secondly, beauty of waqaf o ibtida is perceived, which increases mental satisfaction. In this article beauty of waqaf o ibtida will be described.

قرآن کریم کلام الٰہی ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس جیسا کلام لا سکے ۔اللہ تعالیٰ کل کائنات کا خالق ہے کوئی چھوٹی چیز ہو یا بڑی وہ ہر ایک شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق جیسی کوئی تخلیق نہیں کرسکتا۔نہ کوئی انسان جیسا انسان پیدا کرسکتا ہے اور نہ حیوان جیسا حیوان پیدا کرسکتا ہے نہ نباتات جیسی نباتات پیدا کرسکتا ہے اور نہ ہی ان چیزوں کے اجزاءمیں سے کسی ایک جزو کو کوئی پیدا کرسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے مخلوق اپنے کمالات میں کبھی بھی خالق کے برابر نہیں ہوسکتی ۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلام جیسا کوئی کلام لاسکتا ہے خواہ جن وانس سارے مل جائیں،کلام اللہ جیسی ایک سورت بھی نہیں لاسکتے اس تحدی کو قرآن کریم نے اپنی زبان میں یوں بیان کیا ہے۔

اَم یَقُولُونَ افتَرَاہُ قُل فَاتُوا بِسُورَۃٍ مِّثلِہِ وَادعُوا مَنِ استَطَعتُم مِّن دُونِ اللّٰہِ ۚن کُنتُم صَادِقِین۔*

کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اس قرآن کو اپنی طرف سے بنایا ہے ۔کہو کہ تم بھی بنا لاؤ اس جیسی ایک سورت اور اللہ کے سوا جس کو بھی بلا سکتے ہو بلا لو اگرتم سچے ہو۔

تمام فصحاءو بلغائے عرب کہ جن کو اپنی زبان دانی پر ناز تھا وہ قرآن کریم کی ایک سورت جیسی سورت بھی پیش نہ کرسکے۔اس وجہ سے کہ قرآن اپنے الفاظ اور معانی کے اعتبار سے معجزہ ہے۔یعنی قرآن کریم اپنے کلمات کی فصاحت،اپنے نظم کلام کی بلاغت اور اپنے معانی ومفاہیم کے گہرائی کے لحاظ سے بے نظیر اور بے مثال ہے۔

* لیکچرار، گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور۔

قرآن کریم علیم و خبیر اور حکیم ولطیف ہستی کی طرف سے نازل ہواہے۔اس میں متعد د مقامات ایسے ہیں کہ جہاں وقف کرنے سے معنی میں حُسن پیدا ہوتا ہے ،اسی طرح ابتداءکرنے سے بھی معنی میں عمدگی اور عجیب طرح کی بشاشت اورفرحت محسوس ہوتی ہے۔اس کا احساس صرف انہیں لوگوں کو ہو سکتاہے جو علم وقف و ابتداءاور معانی قرآن سے واقفیت رکھتے ہیں۔قرآن حکیم کی یہ خوش بیانی اس کی فصاحت و بلاغت کی بہت بڑی دلیل ہے۔
ذیل میں ان چندمواقع کی تفصیلات بیان کی جاتی ہے جہاں وقف و ابتداءکرنے سے معنی میں حُسن اور عمدگی پیدا ہوتی ہے۔
(1)اُولَئِکَ عَلَی ھُدًی مِّن رَّبِّہِم وَاُولَئِکَ ھُمُ المُفلِحُون۔(1)
یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔
اس آیت مبارکہ میں(وَاُولَئِکَ ھُمُ المُفلِحُون) پر وقف احسن اور عمدہ ہے ۔اور تمام ائمہ تجوید وقراءت کے نزدیک وقف تام ہے ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مومنوں کی صفات کا بیان ختم ہوجاتا ہے اوربات مکمل ہوجاتی ہے۔پھر (اِنَّ الَّذِینَ کَفَرُوا) سے کافروں کے بارے میں کلام کا آغاز ہوتا ہے۔جو جملہ مستانفہ ہے۔(2)
(2)وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ ِالاَّ اَیَّاماً مَّعدُودَةً قُل اَتَّخَذتُم عِندَ اللّہِ عَہداً فَلَن یُخلِفَ اللّہُ عَہدَہُ اَم تَقُولُونَ عَلَی اللّہِ مَا لاَ تَعلَمُونَ۔بَلَی مَن کَسَبَ سَیِّئَةً وَاَحَاطَت بِہِ خَطِیئَتُہُ فَاُولَئِکَ اَصحَابُ النَّارِ ھُم فِیہَا خَالِدُون۔(3)
اور یہودیوں نے کہا کہ ہرگز ہم کو آتش چھوئے گی نہیں مگر تھوڑے روز جو شمار کرلیے جاسکیں، آپ یوں فرمادیجئے کیا تم لوگوں نے اللہ تعالی سے کوئی معاہدہ لے لیا ہے جس میں اللہ تعالی نے اپنے معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے یا اللہ تعالی کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے کیوں نہیں جو شخص قصدًا بری بات کرتا رہے اور اس کو اس کی خطا احاطہ کرلے سو ایسے لوگ اہلِ دوزخ ہوتے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
اللہ تعالی کے اس قول میں (بَلٰی) پر وقف کافی ہے ۔علامہ مکی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ یہاں (بَلٰی) پر وقف احسن اور اقوی ہے۔اس لیے کہ یہ اپنے ماقبل کلام کا جواب ہے۔ بلکہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے ان کے قول کی مطلق نفی اور رد ہے جوکہ یہود اور کفاردونوں کو شامل ہے۔گویا کہ اللہ تعالی نے یہ فرمایا ہے بلکہ تم کو آگ چھوئے گی اور ہر اُس شخص کوبھی جس نے نافرمانیاں کیں۔ (4)
امام ابو بکر زکریا الانصاری اور علامہ اشمونی کی رائے یہ ہے کہ یہاں وقف جائزنہیں ہے اس لیے کہ (بَلٰی) اور اس کے بعد کا جملہ ماقبل

کی نفی کا جواب ہیں۔اِن کا یہ قول محل نظر ہے اس لیے کہ اللہ تعالی کا فرمان (مَن کَسَبَ سَیِّئَۃً وَاَحَاطَت بِہِ خَطِیتہ)جملہ شرطیہ ہے (مَن)شرط ہے اور مبتداءہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔ لفظ(فا)جواب شرط ہے اور(فَأُولَئِکَ)اس کی خبر ہے اسی وجہ سے اس کا ماقبل کے ساتھ لفظاً کوئی تعلق نہیں ہے البتہ معنوی تعلق ہے ۔چنانچہ اس پر وقف درست ہوگا اور وقف کافی ہوگا جیسا کہ اکثر اہل علم کی رائے ہے۔ (5)

(3)وَقَالُوالَن یَدخُلَ الجَنَّۃَ اِلاَّ مَن کَانَ ہُوداً اَو نَصَارَی تِلکَ اَمَانِیُّہُم قُل ہَاتُوا بُرہَانَکُم اِن کُنتُم صَادِقِینَ۔بَلَی مَن اَسلَمَ وَجہَہُ لِلّہِ وَہُوَ مُحسِن فَلَہُ اَجرُہُ عِندَ رَبِّہِ وَلاَ خَوف عَلَیہِم وَلاَ ہُم یَحزَنُون۔(6)

اور یہود ونصارٰی کہتے ہیں کہ بہشت میں ہر گز کوئی نہ جانے پائے گا سوائے ان لوگوں کے جو یہودی ہوں یا اُن لوگوں کے جو نصرانی ہوں یہ دل بہلانے کی باتیں ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو ضرور دوسرے لوگ جائیں گے جو کوئی شخص بھی اپنا رخ اللہ تعالی کی طرف جھکادے اور وہ مخلص بھی ہو تو ایسے شخص کو اس کا عوض ملتا ہے پر وردگار کے پاس پہنچ کر اور نہ ایسے لوگوں پر کوئی اندیشہ ہے اور نہ ایسے لوگ مغموم ہونے والے ہیں۔

یہاں (بَلٰی) پر وقف بہت اچھا اور پسندیدہ ہے اس لیے کہ یہ ماقبل کلام کی نفی کے ابطال اور رد کے لیے آیاہے۔یعنی یہود ونصارٰی کا یہ کہنے تھے کہ اُن کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا تواللہ تعالی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کیوں نہیں ان کے علاوہ بھی لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔(بَلٰی) کے اس بات پر دلالت کرنے کی وجہ سے اس کو حذف کردیا گیا۔یہاں وقف کافی ہے ۔جبکہ علامہ اشمونیؒ فرماتے ہیں کہ (بَلٰی) پر وقف نہیں ہوگا کیونکہ یہ اپنے مابعد کلام سے مل کر اپنے ما قبل کا جواب بن رہا ہے۔اس کا جواب وہی ہے جو گذشتہ مثال میں گذر چکا ہے۔ (7)

(4)ہُوَ الَّذِیَ أَنزَلَ عَلَیکَ الکِتَابَ مِنہُ آیَات مُّحکَمَات ہُنَّ أُمُّ الکِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِہَات فَاَمَّا الَّذِینَ فی قُلُوبِہِم زَیغ فَیَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَہَ مِنہُ ابتِغَاء الفِتنَۃِ وَابتِغَاء تَاوِیلِہِ وَمَا یَعلَمُ تَاوِیلَہُ اِلاَّ اللّہُ وَالرَّاسِخُونَ فِی العِلمِ یَقُولُونَ آمَنَّا بِہِ کُلّ مِّن عِندِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلاَّ أُولُوا الالبَاب۔(8)

جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس میں کا ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں اور یہی آیتیں اصلی مدار ہیں کتاب کا،اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشبہ المراد ہیں سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے اسی حص کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو مشتبہ المراد ہیں شورش ڈھونڈھنے کی غرض سے۔ اور اس کے مطالب ڈھونڈھنے کی غرض سے حالانکہ اس کا مطلب بجز اللہ تعالی

کے کوئی اور نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں پختہ کارہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہل عقل ہیں۔
اس آیت مبارکہ میں (كُلٌّ مِّن عِندِ رَبِّنَا) پر وقف اعلی اوراحسن ہے۔یہاں جمہور کی رائے میں وقف تام ہے۔اس لیے کہ یہاں راسخون فی العلم کا کلام ختم ہوجاتا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ محکم ومتشابے تمام آیات پر ہم ایمان لاتے ہیں سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔ پھر (وَمَا يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُولُوا الالبَابِ) سے اللہ تعالیٰ کا کلا م شروع ہوتا ہے جو کہ جملہ مستانفہ ہے۔(9)
(5)وَمِن اَہلِ الكِتَابِ مَن إِن تَامَنہُ بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيکَ وَمِنہُم مَّن إِن تَامَنہُ بِدِينَارٍ لاَّ يُؤَدِّهِ إِلَيکَ إِلاَّ مَا دُمتَ عَلَيہِ قَآئِماً ذَلِکَ بِاَنَّہُم قَالُوالَيسَ عَلَينَا فِي الاُمِّيِّينَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّهِ الكَذِبَ وَهُم يَعلَمُونَ۔بَلَى مَن اَوفَى بِعَہدِهِ وَاتَّقَى فَإِنَّ اللّہَ يُحِبُّ المُتَّقِين۔(10)
اور اہل کتاب میں سے بعض شخص ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس انبار کا انبار مال بھی امانت رکھ دو تو وہ اس کو تمہارے پاس لارکھے،اور ان ہی میں سے بعض وہ شخص ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو وہ بھی تم کو ادا نہ کرے مگر جب تک کہ تم اس کے سر پر کھڑے ہو ، یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر غیر اہل کتاب کے بارہ میں کسی طرح کا الزام نہیں اور وہ لوگ اللہ تعالی پر جھوٹ لگاتے ہیں ۔اوروہ بھی جانتے ہیں الزام کیوں نہ ہوگاجو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ تعالی سے ڈرے توبے شک اللہ تعالی محبوب رکھتے ہیں متقیوں کو ۔
اللہ تعالی کے اس فرمان میں(بَلَى) پر وقف بہت عمدہ اور احسن ہے ۔کیونکہ یہ اپنے ماقبل کلام(لَيسَ عَلَينَا فِي الاُمِّيِّينَ سَبِيلٌ) کا جواب ہے۔ابراہیم بن سری الزجاج ؒ فرماتے ہیں کہ(بَلَى) پر وقف تام ہوگا اور تقدیر عبارت یوں ہوگی (بلی علیہم سبیل العذاب بکذبہم واستحلالہم)یعنی کیوں نہیں اُن کو جھوٹ بولنے اور حلال کو حرام ٹھہرانے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔اس صورت میں (مَن اَوفَى بِعَہدِهِ) سے جملہ مستانفہ شروع ہوگا۔(11)
امام رازی ؒ نے یہاں پر ایک اور توجیہہ بیان کی ہے۔وہ یہ کہ یہاں(وَهُم يَعلَمُونَ)پر وقف ہوگا اور (بَلَى) سے ابتداءکی جائے گی۔اس لیے کہ لفظ(بَلَى) اپنے مابعد کلام کی ابتداءکے لیے لایا جاتا ہے۔لہذا یہود کا یہ قول کہ جو ہم کررہے ہیں اس کی ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں۔یہ اُن کے اسی قول کے طرح ہے (نَحنُ اَبنَاء اللّهِ وَاَحِبَّاُه)(12) پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اہل وفا اور متقیوں سے محبت رکھتاہے۔اُن کے علاوہ کسی

اور کو نہ پسند کرتا ہے اور نہ ہی دوست رکھتا ہے۔اس صورت میں (بَلٰی) پر وقف اچھا درست نہیں ہوگا۔(13)
مگر راجح قول یہی ہے کہ(بَلٰی) پر وقف کیا جائے اس لیے کہ اس کے مابعد جملہ مستانفہ ہے۔

(6)اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۔بَلٰٓى ۙاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (14)-

جبکہ آپ مسلمانوں سے یوں فرمارہے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے تین ہزار فرشتوں کے ساتھ جو اتارے جائیں گے ،ہاں کیوں نہیں اگر مستقل رہو گے اور متقی رہوگے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آپہنچیں گے تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمادے گاپانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک خاص وضع بنائے ہوں گے۔
یہاں لفظ (بَلٰی) پر وقف بہت اچھا ہے۔ امام نافعؒ ،علامہ دانی او رمکی قیسیؒ کے نزدیک یہاں وقف کافی ہے جبکہ ابوجعفر النحاسؒ نے وقف تام لکھا ہے۔کیونکہ یہ (اَلَن یَکفِیکُم اَن یُمِدَّکُم رَبُّکُم)میں استفہام نفی پر داخل ہے اس کا جواب واقع ہورہا ہے۔اور معنی یہ ہوں گے ۔کہ کیوں نہیں فرشتوں کی یہ تمہاری مدد کے لیے کافی ہوگی۔یہ اُس بات کا اللہ تعالی کی طرف سے جواب ہے جوکہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کوجنگ بدر کے موقع پر تسلی دیتے ہوئے فرما رہے تھے۔یہاں پر وقف کرنے کی تائید اس بات سے ہو تی ہے کہ جملہ (ِان تَصبِرُوا وَتَتَّقُوا) شرطیہ ہے۔اس لیے کہ یہ (اَلَن) سے صادر ہوا ہے جو کہ شرط کے لیے ہے اور انہیں جیسے الفاظ سے جملے کی ابتداءہوتی ہے۔کیونکہ (اَلَن) اور اس کے مابعد کی عبارت مبتداءاور خبر کی طرح ہے۔تو اس لحاظ سے معنی یہ ہوں گے کہ اگر تم دشمن سے ٹکراؤ کے وقت ڈٹ جاؤ اور جنگ میں پیش آمدہ مصائب پر صبر کرو اور اپنے رب سے ڈرو اور گناہوں سے بچتے رہو تو اللہ تعالی تمہاری مدد ضرور فرمائیں گے۔ (15)

(7)حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَي النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ-(16)

تم پرحرام کئے گئے ہیں مردار اورخون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نامزد کردیا گیا ہواور جو گلا گھٹنے سے مر جائے اور جو کسی ضرب سے مر جائے او جو اونچے سے گر کر مر جائے اور جو کسی کی ٹکر سے مر جائے او جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کر ڈالو اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جائے اور یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے ،یہ سب

گناہ ہیں ۔آج کے دن ناامید ہوگئے کافر لوگ تمہارے دین سے ،سو ان سے مت ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا۔
اللہ تعالی کے اس قول میں(ذَٰلِكُم فِسق) پر وقف احسن اور عمدہ ہے۔احمد بن موسیٰ محمد بن عیسیٰ ؒ فرماتے ہیں کہ یہاں وقف تام ہے اور فرّاءکی رائے یہ ہے کہ(ذَٰلِكُم فِسق)پر کلام منقطع ہے۔اس لیے کہ یہاں حرمت کے متعلق کلام ختم ہوجاتا ہے اور (اليَومَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن دِينِكُم)سے ایک نئی بات کا آغاز ہوتا ہے۔اور یہ جملہ مستانفہ ہے۔(17)
(8)وَحَاۗجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَاۗجُّوْۗنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ شَـيْـــًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ-(18)
اور ان سے ان کی قوم نے حجت کرنا شروع کی ،آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھے طریقہ بتلا دیا ہے۔اور میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کے سوا شریک بناتے ہونہیں ڈرتا ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے ۔میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے۔
اس آیت مبارکہ میں(وَقَد هَدَان) پر وقف احسن ہے امام نافع ؒ فرماتے ہیں کہ یہاں وقف تام ہے اور (وَلاَ اَخَافُ) جملہ مستانفہ ہے۔اس لیے کہ یہاں سوال کا اختتام ہوتا ہے۔اور (وَقَد هَدَان) جملہ حالیہ ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ کیا تم مجھ سے اس حال میں جھگڑتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوں۔(19)
(9)وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ-(20)
اور جب کہ آپ کے رب نے اولاد آدمؑ کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہار ارب نہیں ہوں ۔سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ہم سب گواہ بنتے ہیں تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے ۔
اس آیت مبارکہ میں(بَلَی)پر وقف احسن اور پسندیدہ ہے۔ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ (قَالُوا بَلَی) پر وقف تام ہے۔جبکہ ا خفش ،ابو حاتم اور احمد بن موسیٰ کے نزدیک (شَہِدنَا) پر وقف تام ہے۔
یہاں لفظ (شَہِدنَا) کی تاویل میں اختلاف ہے ۔اس کے بارے میں دو اقوال ہیں ۔پہلا قول یہ ہے کہ یہ فرشتوں کا کلام ہے ۔اس صورت میں (قَالُوا بَلَی) پر وقف اچھا ہوگا۔اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اولاد آدم کا کلام ہے۔اس صورت میں (شَہِدنَا) پر وقف ہوگا۔(21)
امام حسنؒ ،مجاہد ،ابن کثیر ،اعرج ،نافع ،عاصم ،اعمش،حمزہ،اور کسائی نے (اَن تَقُولُوا) کو (تاء) کے ساتھ پڑھاہے ان کی قراءت میں(قَالُوا بَلَی) پر وقف ہوگا۔اس لیے کہ (اَن)اپنے ماقبل لفظ(شَہِدنَا) سے متعلق ہے۔ اسی طرح اہل تاویل نے بھی (قَالُوا بَلَی)پر وقف کرنے کی

صراحت کی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اس کے بعد فرشتوں سے فرمایا تم گواہی دو تو انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں۔جبکہ ابو مالکؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے خود اس کے جواب میں فرمایا (شَہِدنَا)
لہٰذااہلِ تاویل کے ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ (شَہِدنَا)کاتعلق (قَالُوا بَلَی)کے ساتھ نہیں بلکہ یہ جملہ مستانفہ ہے۔(22)
چنانچہ (قَالُوا بَلَی)پر وقف کرنے کی صورت میں معنی یہ ہوگا۔اور جبکہ آپ کے رب نے آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارارب نہینہوں؟ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں تو فرشتوں نے کہا
کہ ہم سب گواہ بنتے ہیں تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو ان سے محض نے خبر تھے۔ ابوالعالیہ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اکٹھا کیا اور ان کے جوڑے بنائے پھر ان کی صورتیں بنائیں اور پھر فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟تو سب نے کہا کیوں نہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہمارے رب ہیں ہمارے معبود ہیں اور آپ کے سوا کوئی معبود نہیں (23) -

(10) قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ز فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ-(24)
اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ اے نوح ؑ یہ شخص تمہارے گھر والوں میں نہیں یہ تباہ کار ہے سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں ۔میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادان نہ بن جاؤ۔
اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں (لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ)پر وقف بہت اعلی اور عمدہ ہے۔احمد بن جعفرؒکے نزدیک یہاں وقف تام ہے ۔علامہ اشمؤنیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں وقف کافی ہے اس قراءت کی روسے جس میں(عمَل)کو رفع تنوین اور میم پر فتحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ ابن کثیرؒ، نافعؒ ،عاصمؒ ،ابو عمروؒ، حمزہؒاور ہشامؒ کی قراءت ہے۔کیونکہ اس قراءت میں دوسرے (اِنَّهٗ)میں جوضمیر ہے وہ سوال کی طرف راجح ہے گویا کہ اللہ تعالی نے فرمایا اے نوح مجھ سے تیرا سوال کرنا کہ میں اس شخص کو حالت کفر میں نجات دے دوں جس کا تجھے کوئی علم نہیں ہے کیونکہ اس کے اچھا عمل نہیں ہیں تو اس صورت میں (لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ) پر وقف احسن اور عمدہ ہوگا۔ (25)

(11) الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ -(26)
جن کی جان فرشتوں نے حالت کفر میں قبض کی تھی ،پھر کافر لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم تو کوئی برا کام نہ کرتے تھے ۔کیوں نہیں بے شک اللہ تعالی کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

اس آیت مبارکہ میں (بَلَی) پر وقف احسن اور عمدہ ترین ہے۔کیونکہ یہ ماقبل نفی کا جواب اور رد ہے۔ اور معنی یہ ہوں گے کہ کیوں نہیں تم برائیاں کرتے تھے ۔امام نافعؒ اور قتیبیؒ کے نزدیک یہاں وقف تام ہے۔اس لیے کہ (اِنَّ)ابتدائے کلام میں مکسور ہوتا ہے۔چنانچہ ضروری ہے کہ کلام کا ماقبل کے ساتھ لفظی اور معنوی تعلق نہ ہو۔جبکہ اخفشؒ ،ابو حاتمؒ اور احمد بن جعفرؒ کی رائے یہ ہے کہ (مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ)پر وقف تام ہے ۔ ابو جعفر النّحاسؒ نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ (مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ) پر کفار کا کلام ختم ہوجاتا ہے اور(بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ)سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہوتا ہے۔ (ای قد علتم)یعنی تم جان لو گے کہ اللہ تعالیٰ ہر اُس فعل کو جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔علامہ مکی قیسیؒ کے نزدیک پہلا قول راجح ہے۔(27)

(12) اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۔كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۔(28)

کیا یہ شخص غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اس نے اللہ تعالی سے کوئی عہد لے لیا ہے ۔ہر گز نہیں ہم اس کا کہا ہوا بھی لکھے لیتے ہیں اور اس کے لیے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے۔

اس آیت کریمہ میں(كَلَّا) پروقف تام ہے۔علامہ اشمؤنی فرماتے ہیں کہ (عَہدًا) پروقف تام ہے اور (كَلَّا) پر وقف اتم ہے۔اس لیے کہ یہ یہاں ردع اور زجر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔لہٰذااس صورت میں اس پر وقف بہت عمدہ اور احسن ہے ۔اور اگر بمعنی (الاياحقاً) ہوتا تو اس صورت میں اس سے ماقبل کلمہ پر وقف کیا جاتا۔اور(كَلَّا)سے ابتداءکی جاتی ۔(29)

یہاں (كَلَّا)(اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا) کے مضمون کی نفی کررہا ہے ۔گویا کہ یوں کہا گیا کہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔پس کافر نہ تو غیب کی خبر رکھتے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اللہ تعالی کے ساتھ کوئی عہد کیا ہے۔چنانچہ (سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ) جملہ مستانفہ ہوگاجس کا مقصد کفارکی تہدید اور ان کو ڈرانا ہے اور انہیں اس بات سے خبردار کرنا ہے کہ جو بھی ان سے صادر ہوتا ہے اسے ضبط تحریر میں لے لیا جاتا ہے پس اس صورت میں (كَلَّا) پر وقف کرنے سے معنی میں حُسن پیدا ہوتا ہے۔ (30)

(13) وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا 81؀ۙ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا 82؀۔(31)

اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تاکہ ان کے لیے وہ باعث عزت ہوں ۔ہر گز نہیں وہ تو ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے اوران کے مخالف ہو جائیں گے ۔

ا س آیت میں لفظ (كَلَّا) پر وقف کافی ہے۔اگر اس پر وقف کیا جائے تو معنی میں حسن پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ یہاں (كَلَّا)ردع وزجر کے لیے آیا ہے۔ اور اس سے کفار کے زعم باطل کی تردید ہوتی ہے کہ ان کے

جھوٹے معبود ان کوعزت دیں گے۔حق سبحانہ وتعالی اس کے جواب میں فرماتے ہیں ہر گز نہیں۔(کَلَّا)پر اکثر اہل علم کے نزدیک وقف مختار اور پسندیدہ ہے۔(32)

(14) حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ 99؀ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ١٠٠؁(33)

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو پھر واپس بھیج دیجئے ۔تاکہ جس کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک کام کروں ہرگز نہیں ۔یہ ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جارہا ہے اور ان لوگوں کے آگے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک۔

اس آیت مبارکہ میں (کَلَّا)پر وقف کرنے سے معنی میں حسن پیدا ہوجاتا ہے۔کیونکہ ماقبل جملہ میں اللہ کفار کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے گی تو وہ کہے گا اے میرے رب مجھے دنیا میں لوٹا دے تاکہ میں دنیا میں جاکر اعمال صالحہ کر وں۔پھر اللہ ان کی اس خواہش کی تہدید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا ۔اس صور ت میں (کَلَّا) پر وقف کافی ہوگا۔اور (اِنَّهَا كَلِمَةٌ)جملہ مستئنافیہ ہوگا۔جبکہ اگر (تَرَکتُ) پر وقف کیا جائے تو بھی جائز ہے لیکن (کَلَّا) پر وقف کرنامعنی کے اعتبار سے زیادہ بلیغ اور اکمل ہے ۔(34)

(15) وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ڔ كَذٰلِكَ ڔ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا 32؁ ۔(35)

اور کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر یہ قرآن اس طرح دفعتًا واحدۃ کیوں نہیں نازل کیا گیا (جس طرح دیگر آسمانی کتب نازل ہوئی ہیں یہ اس وجہ سے ہے) تاکہ اُس کے ذریعہ سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اس کو بہت ٹھہر ٹھہر کر اُتارا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں (کَذَٰلِکَ) پر وقف تام ہے۔جبکہ امام دانیؒ کے نزدیک یہاں وقف کافی ہے۔(36)

اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ محمد ﷺ پر قرآن دفعتًا نازل کیوں نہیں ہوا جس طرح دیگر آسمانی کتب دفعتًا نازل ہوئیں۔یہاں مشرکین کا کلام ختم ہوجاتا ہے ۔اور (لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ)سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہوتا ہے ۔جو کہ جملہ مستانفہ ہے۔ (37)

علامہ ابن انباریؒ فرماتے ہیں کہ (کَذَٰلِکَ) پر وقف کرنا احسن اور عمدہ ہے۔ (38)

جبکہ علامہ اشمؤنی نے لکھا ہے کہ (جُمْلَةً وَّاحِدَةً) پروقف احسن ہے ۔(39)

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں مقامات پر وقف احسن اور عمدہ ہے ۔کیونکہ اُن میں سے ہر ایک پر وقف کرنے سے معنی میں حُسن پیدا ہوتا ہے۔

(16) وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۚ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ۔-(40)

میرے ذمہ اُن لوگوں کا ایک جرم بھی ہے سو مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھ کو قتل کر ڈالیں ۔ارشاد ہوا کہ کیا مجال ہے سو تم دونوں ہمارے احکام لے کر جاؤ۔

اس آیت میں (كَلَّا)پر امام نافع ؒ ،ابوحاتم ،احمد بن جعفر ؒ اور قتیبی ؒ کے نزدیک وقف تام ہے ۔کیونکہ (كَلَّا) یہاں زجرو توبیخ کے معنی میں آیاہے ۔یعنی جب موسٰی ؑ نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ لوگ مجھے کہیں قتل نہ کردیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔تم دونوں میر ے احکام لے کر ان کے پاس جاؤ اور خوف مت کرو وہ لوگ تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔(41)

(17) فَلَمَّا تَرَاۗءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۚ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ -(42)

پھر جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسٰی کے ہمراہی کہنے لگے کہ بس ہم تو اُن کے ہاتھ آگئے ۔موسٰی نے فرمایا کہ ہر گز نہیں ۔کیونکہ میرے ہمراہ میرا پروردگار ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول میں امام نافع ؒ،ابو حاتم ؒ ،قتیبی ؒ اور احمد بن جعفرؒکے نزدیک (كَلَّا) پر وقف تام ہے۔نصیر ؒ فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ وہ لوگ ہرگزتم تک رسائی حاصل نہیں سکیں گے۔اس لیے کہ میر ا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ میری مدد کرے گا۔علامہ اشمؤنی ؒ فرماتے ہیں کہ یہاں (اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ) پر وقف نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ مابعد کلام ماقبل کا جواب ہے یعنی موسٰی ؑنے فرمایا کہ اُن کی ہرگز تم تک رسائی نہیں ہوگی ۔اس لیے کہ موسٰی ؑ سے اللہ تعالیٰ نے نصرت اور فرعون سے نجات دینے کا وعدہ کیاتھا۔(43)

(18) قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ 27۔-(44)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو ذرا وہ تو دکھلاؤ جن کو تم نے شریک بنا کر خدا کے ساتھ ملارکھا ہے ہرگز نہیں بلکہ وہی ہے اللہ زبردست حکمت والا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول میں (كَلَّا) پر وقف تام ہے۔کیونکہ یہاں (كَلَّا) سرزنش اور زجر کے معنی میں ہے۔گویا کہ یوں کہا گیا ہے کہ تم اللہ تعالی کے شریک ٹھہرانے سے باز آجاؤ کیونکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہ تو کوئی چیز پید ا کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو رزق دیتا ہے۔اصل میں یہ کفار کے جواب مخذوف کا رد ہے گویا کہ اللہ تعالی نے فرمایا (اروني الذين الحقتم به شركآء)مجھے اپنے معبود دیکھاؤ جنہیں تم میرا شریک

ٹھہراتے ہو تو انہوں نے کہا وہ بت ہیں تو پھر اللہ نے فرمایا ہر گز نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہاں (کَلَّا) پر وقف کرنے سے مشرکین کے مزعمین باطلہ کابڑے احسن طریقے سے رد ہوتا ہے اوریہی چیز آیت کے معنی میں حُسن پیداکرتی ہے۔(45)

(19) قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜهٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ 52ـ -(46)

کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی ہم کو قبروں سے کس نے اُٹھا دیا ۔یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھااور پیغمبر سچ کہتے تھے۔

اس آیت میں جمہور ائمہ تجوید وقراءت کے نزدیک(مِنْ مَّرْقَدِنَا)پر وقف تام ہے کیونکہ یہاں کفار کا کلام ختم ہوجاتا ہے اور (هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ) سے فرشتوں کا کلام شروع ہوتا ہےیعنی وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی ہمیں کو ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا تو فرشتے جواب دیں گے کہ یہ وہی قیامت ہے کہ جس کا اللہ تعالی نے تم سے وعدہ کیا تھا اوررسولوں نے سچ کہا تھا۔یہاں(مِنْ مَّرْقَدِنَا) پر وقف اور مابعدسے ابتداءدونوں بہت احسن اور عمدہ ہیں۔(47)

(20) اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ڲ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ81ـ-(48)

اور جس نے آسمان اور زمین پیداکئے ہیں کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو پیدا کردے ،ضرور وہ قادر ہے اور وہ بڑا پیدا کرنے والا خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں (بَلٰى)بہت اعلی اور عمدہ ہے۔اس لیے کہ یہ اُس سوال کا جواب ہے جو ماقبل کلام میں نفی پر داخل ہوا ہے۔وہ اللہ تعالی کا یہ قول ہے (اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ) اور معنی یہ ہوں گے کہ جو آسمانوں او زمین کو پیدا کرسکتا ہے کیا وہ اس چیز پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو پیدا کردے کیوں نہیں وہ اس چیز پر ضرور قادر ہے۔گویا کہ سوال اور جواب دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔امام نافعؒ،محمد بن عیسیٰؒ اورقتیبیؒ کے نزدیک یہاں وقف تام ہے ۔اور امام دانیؒ نے یہاں وقف کافی لکھا ہے۔(49)

علامہ اشمؤنیؒ فرماتے ہیں کہ ابو حاتمؒ کے نزدیک(مِثْلَهُمْ) پر وقف تام ہے کیونکہ یہاں سوال ختم ہوجاتا ہے۔جبکہ جمہور کی رائے میں (بَلٰى) وقف ہے۔ فریقین میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے دلائل ہیں۔امام ابو حاتمؒ کے نزدیک(مِثْلَهُمْ)پر وقف کرنے کا سبب یہ ہے کہ یہاں سوال ختم ہوجاتاہے۔اور (بَلٰى) پر وقف کرنے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی کے قول (اَوَلَيْسَ)میں ہے جونفی ہے وہ کلمئہ استفہام کے داخل ہونے کی وجہ سے ختم ہوگئی ہے کیونکہ یہ قاعدہ ہیں کہ جب کلمہ استفہامیہ منفی جملے

پر داخل ہوتا ہے تو وہ جملہ مثبت ہوجاتا ہے۔یہی راجح قول ہے کیونکہ (بَلٰی)کے مابعد جملے کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں-(50)

(21) قَالُوْٓا اَوَ لَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰۗؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ 50ؒ -(51)

فرشتے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے تھے ۔دوزخی کہیں گے کہ ہوں آتے رہے تھے۔فرشتے کہیں گے تو پھر تم ہی دعا کر لو اور کافروں کی دعا محض بے اثرہے۔
اس آیت مبارکہ میں(بَلٰی) پر وقف احسن ہے۔کیونکہ یہ استفہام منفی کے جواب کے لیے وارد ہوا ہے-اور معنی یہ ہوں گے کہ کیوں نہیں ہمارے پاس انبیاءعلیہم السلام واضح نشانیاں لے کر آئے تھے اس عبارت کو (بَلٰی) کی وجہ سے حذف کرلیا گیا ۔ اور یہاں وقف کرنے کی دلیل یہ ہے کہ (قَالُوْا فَادْعُوْا)جملہ مستانفہ ہے۔جو سوال ماقبل جملے سے پیدا ہو رہا ہے یہ اُس کا جواب ہے۔گویا کہ یوں کہا گیا جس وقت جہنمیں پیغمبروں کی طرف سے واضح دلائل پیش کئے جانے کا اقرار کر لیں گے تو پھر جہنم کے دروغے کہیں گے کہ ہم تمہارے لیے دعا نہیں کرسکتے کیونکہ مکذبین کے لیے دعا کرنے کا ہمیں حکم نہیں تم خود ہی دعا کرلو اور کافروں کی دعا اُس وقت بے اثر ہوگی اس لیے کہ دنیا میں ان پر حجت تما م کی جا چکی تھی اب آخرت تو ایمان ،توبہ اور عمل صالح کی جگہ تو نہیں وہ تو دار الجزا ہے ۔دنیا میں جو کچھ کیا ہوگا اس کا نتیجہ وہاں بھگتنا ہوگا۔یہاں جمہور کی رائے میں وقف کافی ہے ۔اس لیے کہ (قَالُوا بَلَی) کا(قَالُوْا فَادْعُوْا) کے ساتھ لفظی تعلق نہیں البتہ معنوی تعلق ضرور ہے-(52)

(22) اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِۦ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ 33ؑ (53)

اور جس روز کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے ۔کیا یہ دوزخ امر واقعی نہیں ہے ،وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم ضرور امر واقعی ہے ارشاد ہوگا کہ تم اپنے کفر کے بدلہ میں اس کا عذاب چکھو۔
اس آیت کریمہ میں (بَلٰی) پر وقف احسن اور پسندیدہ ہے۔کیونکہ یہ اُ س سوال کا جواب ہے جو ما قبل جملہ میں نفی پر داخل ہوا ہے۔اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ بلکہ وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔امام نافعؒ کے نزدیک یہاں وقف تام ہے جبکہ امام دانی نے وقف کافی لکھا ہے۔اس مقام پر وقف کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نہ صر ف مُردوں کو زندہ دینے پر قادرہے بلکہ ہر چیز کے زندہ کردینے پر قدرت رکھتا ہے-(54)

(23) یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِىٕذٍ بِبَنِیْهِ 11 وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ 12 وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـــٔوِیْهِ۔ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ ثُمَّ یُنْجِیْهِ 14 كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى15 -(55)

مجرم اس بات کی تمنا کریں گے کہ اُس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لیے اپنے بیٹوں کو اور اپنی بیوی کو اور بھائی کو اور کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا،اور تمام اہل زمین کو اپنے فدیہ میں دیدے پھر یہ اس کو بچالے ،یہ ہر گز نہ ہوگا۔وہ آگ شعلہ زن ہے۔

اللہ تعالی کے اس فرمان میں امام نافعؒ اوراحمد بن موسٰی کے نزدیک وقف تام ہے۔جبکہ اخفشؒ ،فرّاءاور ابو حاتم کے نزدیک وقف حسن ہے ۔یہاں دونوں معنی کا احتمال ہے۔اگر یہاں(كَلَّا)بمعنی (حقًّا)تو پھر اس صورت میں (یُنْجِیْهِ) پر وقف ہو گا اور (كَلَّا) سے ابتداءہوگی۔ اس صورت میں(كَلَّا) (الا)کے معنی میں ہوگا۔ اوراگر(كَلَّا) (لا)کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔یعنی اللہ کے عذاب سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔تو پھر (كَلَّا) پر وقف کیا جائے گا یعنی مجروموں کو یہ تنبیہہ کی گئی ہے کہ انہیں اللہ کے عذاب سے ہر گز کوئی نہیں بچا سکے گا۔ یہاں (یُنْجِیْهِ) پر بھی وقف درست ہے مگر (كَلَّا) پر وقف کرنے سے معنی میں مزید حُسن اور نکھار پیدا ہوتا ہے۔(56)

(24) اَیَطْمَعُ كُلُّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ 38 كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ 39 (57)

کیا ان میں ہر شخص اس کی حوس رکھتا ہے کہ وہ آسائش کی جنت میں داخل کر لیا جائے گا یہ ہر گز نہ ہوگا ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا ہے جس کی ان کو بھی خبر ہے۔

یہاں (كَلَّا) پر امام نافعؒ کے نزدیک وقف تام ہے اور زجر و توبیح کے معنی میں آیا ہے گویا کہ یوں کہا گیا کہ کیا یہ حق سے اجتناب کرنے والے اور شمع رسالت کو بجھانے والے لوگ اس چیز کی تمنا کرتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوجائیں گے ہر گز نہیں بلکہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔یہاں (كَلَّا) سے ابتداءبھی جائز ہے اگر اس کو (حقًّا)کے معنی میں لیا جائے لیکن پہلی صورت زیادہ احسن اور عمدہ ہے۔ (58)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ(اَیَطْمَعُ كُلُّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ) کا معنی یہ ہے کہ کفارمیں سے ہر کوئی چاہے گا کہ مومنوں کی طرح جنت میں داخل ہوجائے اور وہاں کی نعمتوں کے مزے لے حالانکہ وہ نبی کو جھٹلاتے تھے۔اور آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے ہرگز نہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ (59)

(25) ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ 15 كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا 16 -(60)

پھر بھی اس کی چاہت ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں ہر گز نہیں وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔

ان آیات کریمہ میں(كَلَّا) دو معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔
(۱)اس طمع فاسلد کے ابطال اورتوبیح کے لیے آیا جو کہ زیادات کی نفی کو متضمن ہے-یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی اس کے تیرہ بیٹے تھے سب گھر والے تھے- جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ اپنے نفس ،مال اور اولاد کے حوالے سے دنیا میں پیچھے ہی ہٹتا چلاگیا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوگیاپس (كَلَّا) یہاں سرزنش اور زیادتی کی امید ختم کرنے کے لیے آیا ہے- اس صورت میں یہاں کلام تام ہو جاتا ہے-اور مابعد جملہ مستانفہ ہے جو ردع کی علت بیان کرنے کے لیے آیا ہے گویا کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ اسے مزید کیوں نہیں دیا جائے گاتو جواب ملا کہ یہ منعم کی آیت سے عناد رکھتا تھا اور اسی دشمنی کی وجہ سے اس کی نعمتوں کی نا شکری کرتا تھا اورناشکرہ مزیدکا مستحق نہیں ہوتا ۔
(۲)بعض نے روایت کیا ہے کہ (كَلَّا)اللہ تعالیٰ کے قول (ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ) کے بعد نازل ہوااس تاویل کے مطابق (كَلَّا) سے ابتداءاحسن اور بہترہوگی اور یہ (الا) کے معنی میں ہوگا یعنی خبردار وہ ہماری آیت سے دشمنی رکھنے والا ہے اورنبی □ جو کچھ لے کر آئے اس سے بغض رکھنے والا ہے- (61)

(26) بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً 52 ۙ كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ 53ۭ -(62)
بلکہ ان میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کو نوشتے دیئے جائیں ہر گز نہیں ،بلکہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے ۔
امام دانی ؒ فرماتے ہیں کہ یہاں (كَلَّا) پروقف تام ہے-اور یہ ردع وزجر کے معنی میں ہے یعنی کفار کو ہر گزصحف نہیں دیئے جائیں گے-(مُنَشَّرَةً) پر بھی وقف جائز ہے-اس صورت میں (كَلَّا) سے ابتداءکی جائے گی-پھر یہاں(كَلَّا) (الا)کے معنی میں ہوگا-علامہ اشمؤنیؒ فرماتے ہیں کہ (كَلَّا) سے ابتداءکرنا اچھا ہے-جبکہ علامہ قرطبی نے ”الجامع لاحکام القرآن“لکھا ہے کہ (كَلَّا)پروقف کرنا زیادہ احسن اور عمدہ ہے-(63)
کفار نبی □ کو کہتے تھے کہ ہم اُس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمارے ساتھ ایسے خط کے ذریعے کلام ہوجو کہ آسمان سے نازل ہو جس میں لکھا ہوکہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے ہے فلاں کے لیے تم محمد□ کی اتباع کرو-اللہ تعالی نے (كَلَّا) کے ذریعے ان کی اس خوش فہمی کا رد کیا ہے- (64)
حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ اگر محمد□ سچے ہیں تو ہم میں سے ہر ایک شخص کے پاس پروانۂ نجات ہوتاجو ہمارے لیے آگ سے امن کا باعث ہوتا- (65)

(27) يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ۔ كَلَّا لَا وَزَرَ 11 -(66)
اُس روز انسان کہے گاکہ اب کدھر بھاگوں،ہرگز نہیں کہیں پناہ کی جگہ نہیں۔

یہاں (كَلَّا) پر وقف بہتر نہیں کیونکہ اس پر وقف کرنا اللہ کے اور انسان کے اس قول(اَيْنَ الْمَفَرُّ)کے بارے میں حکایت کی نفی کرتا ہے جبکہ بعض اہل علم کے خیال ہے کہ (كَلَّا) پر وقف جائز ہے اس معنی کے اعتبار سے کہ یہ (الْمَفَرُّ)اور اس کی تمنا کارد ہے اور تقدیر عبارت یوں گی (لا ملجا ولا حصن ولا منجی لھم فی ذالک الیوم غیرہ)یعنی اُن کے لیے اُس دن کوئی پناہ نہیں کوئی ٹھکانہ نہیں کوئی نجات کی راہ نہیں ۔پھر اللہ تعالی اپنے قول (لَا وَزَرَ) سے تاکید کے معنی کو مضبوط کرنے کے لیے ابتداءکرتے ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ بہتر ہے کیونکہ رد اور نفی کے معنی کو اللہ کا قول (لَا وَزَرَ)ہی متضمن ہے لہذا (لَا وَزَرَ) پر وقف بہتر ہوگاامام دانی ؒ فرماتے ہیں کہ یہاں وقف کافی ہے۔ اور (كَلَّا) سے ابتداءاحسن ہوگی۔اس صورت میں کہ یہ (الااورحقًّا)کے معنی میں ہوگا۔(67)
(28) ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ 19 كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ 20 -(68)
پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمےّ ہے۔اے منکروں ہر گز ایسا نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو۔
اس آیت میں (كَلَّا) پر وقف بہتر نہیں ہے۔کیونکہ جب اس پر وقف کیا جائے تو اس سے ماقبل کلام کی نفی لازم آتی ہے۔لیکن(كَلَّا) سے ابتداءکرنا احسن اور پسندیدہ ہے ۔اس صورت میں یہ (حقًّا)یا (الا) کے معنی میں ہوگا۔اور (حقًّا) کے معنی میں ہونا احسن ہے تاکہ اس سے اُس خبر کی تاکید ہوجائے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندونکو اُن کی دنیا سے محبت اور آخرت سے بے رغبتی کے بارے میں دی ہے یہ بات تمام مخلوق پر صادق آتی ہے مگر جسے اللہ تعالی محفوظ رکھے۔(69)
(29) اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ 13 كَلَّا بَلْ ۫ رَانَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ 14 -(70)
جب اُس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا ہے کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔
اس آیت میں اگرچہ (الْاَوَّلِيْنَ)پر وقف جائزہے اور (كَلَّا)سے بمعنی (الا)کے ابتداءکرنا بھی درست ہے۔ مگر (كَلَّا) پر وقف زیادہ اچھا ہے اگر اسے زجرو توبیح کے معنی میں لیا جائے۔یعنی یہ قرآن کہانیاں نہیں ، جیسا کہ کافر کہتے اور گمان کرتے ہیں بلکہ یہ اللہ کا کلام اور اس کی وحی

ہے جو رسول پر اللہ کی طرف سے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نازل ہوئی ہے-(71) (31)اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ- بَلٰى ۛ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا 15 -(72)
اُس نے خیال کر رکھا تھا کہ اُس کو لوٹنا نہیں ہے ،کیوں نہ ہوتا،اُس کا رب اُس کو خوب دیکھتا تھا۔
اللہ تعالیٰ کے اس قول میں (بَلٰى) پر وقف احسن اور عمدہ ہے ۔امام نافعؒ کے نزدیک یہاں وقف تام ہے جبکہ علامہ ابن انباریؒ اور امام دانیؒ کی رائے میں وقف کافی ہے-اس لیے کہ یہ اللہ تعالی کے قول (اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ) (یعنی وہ مرنے کے بعد ہر گز نہیں لوٹے گا)میں جو نفی ہے اس کا جواب ہے ۔لہٰذا یہاں وقف کرنے سے معنی یہ ہوں گے کہ کیوں نہیں وہ اپنے رب کی طرف ضرور لوٹے گا۔اس لیے کہ اُس نے اسے پیدا کیا ہے پھر وہ اس کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔دنیا میں جو کچھ کرتا رہا وہ تمام اُس کو دیکھا دیا جائے گا۔کوئی چیز اس سے مخفی نہ رہے گی ۔پس ضروری ہے کہ اللہ تعالی اُس کو آخرت کی طرف لوٹائے اور اُس کو جزا دے۔ (73)
(31) وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۥ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ 16 ۚ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ 17-(74)
اور جب اس کو آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کردیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹا دی ہر گز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ۔
یہاں (كَلَّا) پر وقف بہت عمدہ اور احسن ہے-اس لیے کہ یہ ماقبل کلام کی نفی کے لیے آیا ہے-نصیرؒ کہتے ہیں کہ اس صورت میں (كَلَّا)کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالی نے اس کی قدر نہیں گٹھائی ۔اور فرّاءکہتے ہیں کہ معنی یہ ہوں گے کہ وہ یہ نہ کہتا کہ اللہ تعالی نے اُس کی قدر گٹھا دی بلکہ چاہیے تھا کہ وہ فقرو غنا ہر حال میں اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا۔ابو جعفرالنحاس فرماتے ہیں کہ دونوں قول درست ہیں مگر نصیرؒ کا قول اہل تاویل کے زیادہ مشابے ہے اور یہی امام حسن بصری کا قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ کسی کی توہین فقر کی وجہ سے نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی کو غنا کی وجہ سے عزت ملتی ہے بلکہ اس کواللہ کی اطاعت کی وجہ سے عزت ملتی ہے اور اس کی توہین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور اگر اس کو (الا یاحقًّا) کے معنی میں لیا جائے یعنی خبردار بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے یعنی ان کے ساتھ وہ سلوک نہیں کرتے جن کے وہ مستحق ہیں-تو پھر (اَهَانَنِ) پر وقف ہوگا اور (كَلَّا) سے ابتداءکی جائے گی-(75)
(32)كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۥ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ 15 -(76)

یقینًا اگر یہ باز نہ رہا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔
اللہ تعالیٰ کے اس قول میں (كَلَّا) پر وقف کرنے سے ماقبل کی نفی کا وہم ہوتا ہے بعض اہل تاویل نے یہاں پر وقف جائز قرار دیا ہے وہ اسے کافروں کے علم کی نفی بتلاتے ہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا (اَلَم یَعلَم بِاَنَّ اللّٰہَ یَرَی کَلّا)یعنی کیا ابوجہل اس کے بارے میں نہیں جانتا کہ اللہ اُسے دیکھ رہا ہے ۔لیکن یہ معنی اس وجہ سے درست معلوم نہیں ہوتے کیونکہ (كَلَّا) اپنے قریب کی نفی کے لیے ہوتا ہے نہ بعید کی۔اور ایک یہ بھی اشکال ہے کہ یہ اپنے قریب والے کلام کی نفی کررہا ہے یا دور والے کلام کی نفی کررہا ہے۔(77)
اگر (كَلَّا) (حقًّا) کے معنی میں ہوتو پھریہاں سے ابتداءاحسن اور عمدہ ہے ۔یعنی یہ اُس وعید کی تحقیق کے طور پر آیا ہے جس کا یہ مقام مقتضی ہے۔اور یہ بھی درست ہے کہ (كَلَّا) (الا)کے معنی میں ہو۔(78)
(33)كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ -(79)
ہر گز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو۔
اس آیت میں(كَلَّا) سے ابتداءاحسن اور پسندیدہ ہےجبکہ یہ (الا)استفتاحیہ یا (حقًّا)کے معنی میں ہو۔ یہ اس صورت میں تیسری مرتبہ آیا ہے اور اس کا فائدہ مابعد پر تنبیہ کا اُس کی تحقیق ہے یعنی علم کا ثابت ہونا پس یہ کلام مستانف کا جز و ہے اور اس کا ابتدائیہ ہے ۔اور (لَو)کا جواب مخذوف ہے اس تقدیر پر (ای لو تعلمون کذلک لفعلتم ما لا یوصف ،او لشغلکم ذلک عن التکاثر،وصرفکم عن التفھم الیہ ،ولکنکم ضلال جھلة۔)یعنی اگر تم جان لیتے تو وہ کرتے جو بیان نہیں کیا جاسکتا یایہ علم تمہیں کثرت مال سے روک دیتا یا اس کی طرف سے تمہاری توجہ ہٹا دیتا لیکن تم گمراہ اور جاہل ہو۔ (لَوْ تَعْلَمُوْنَ) کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ صرف مشرکین سے خطاب ہے جو روز جزا پر ایمان نہیں لاتے ۔یہ مسلمانوں سے خطاب نہیں ہے کیونکہ وہ تو اس دن کو علم الیقین سے جانتے ہیں۔اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عام لوگوں سے خطاب ہے۔جیسا کہ اللہ تعالی کے قول (وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا)(80)اور تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے) میں ہے۔(81)
(34) يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ -(82)
خیال کررہا ہے کہ اُس کا مال ہمیشہ اُس کے پاس رہے گا۔ہرگز نہیں واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالاجائے گا۔
امام نافعؒ ،ابو حاتمؒ اور نصیرؒ کے نزدیک (كَلَّا) پر وقف تام ہے۔علامہ ابن انباریؒ فرماتے ہیں کہ یہانوقف بہت احسن اور عمدہ ہے اور یہ

زجروتوبیخ کے معنی میں ہے یعنی اُس کا مال ہرگز اُس کے پاس نہیں رہے گا۔اور(أَخْلَدَهُ) پربھی وقف جائز ہے اس صورت میں (كَلَّا) (الا) کے معنی میں ہوگا۔یعنی خبردار یہ ضرورتوڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔اس لیے کہ یہاں وقف کرنے سے معنی خوب واضح ہوجاتے ہیں۔(83)

علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ(كَلَّا)اس بخیل شخص کے گمان کے رد کے لیے ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا۔اُس کو مال کی محبت موت سے غافل کردیتی ہے یہاں تک کہ وہ خیال کرتا ہے کہ دنیا میں ہمیشہ رہے گا۔ (84)

مذکورہ بالا چند تمثیلات وقف وابتداءکے حوالے سے بیان کی گئی، حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم لفظی اعجاز ساتھ ساتھ معنوی اعجاز بھی رکھتاہے۔یہ وصف قرآن کریم کو تمام کلاموں سے ممتاز کرتا ہے۔کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ کائنات کی تمام جزیات کا احاطہ کر سکے یہی وجہ ہے کہ اُس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں۔اس کے برعکس اللہ تعالیٰ اس قسم کے تمام عیوب ونقائص سے منزہ اور پاک ہے۔اس وجہ سے اُس کا کلام تمام کلاموں سے اعلی وارفع ہے۔کسی کی مجال نہیں کہ ایسا کلام لا سکے ۔اس کلام کے فصیح وبلیغ ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ اس کے اندر بہت سے مقامات ایسے ہیں کہ جہاں پر وقف اور ابتداءکرنے سے معنی میں حُسن ورعنائی پیداہوتی ہے اور عجیب قسم کی بشاشت اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔ جس کا بیان مذکورہ بالا مقالہ میں کیا گیا۔

حوالہ جات وحواشی

*البقرہ23:2

1۔البقرہ5:2

2۔الانباری ،محمد بن القاسم ،النحوی ، ،کتاب ایضاح الوقف والابتداءفی کتاب اللہ عزو جل:493/1،تحقیق،محی الدین عبد الرحمٰن ،مجمع اللغة العربیة،دمشق ،1390ھ1971ء؛ابن النّحاس، احمد بن محمد، ابو جعفر ،القطع والائتناف:47،تحقیق ،احمدفریدالمزیدی،دار الکتب العلمیة، بیروت، 2003ء؛الدانی، عثمان بن سعید، ابوعمرو،المکتفی فی الوقف والابتداء:159،تحقیق،جاوید زیدان مخلف،مطبعة وزارة الاوقاف الشؤون الدینیّة،عراق،1403ھ1983ء؛الشموُنی، احمد بن محمد، منار الہدی فی بیان الوقف والابتداء:78، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2002ء

3۔البقرہ2: 80 - 81

4۔مکی بن ابی طالب،امام،شرح کلا وبلی ونعم : 72 ،تحقیق ،احمد حسن فرحت،دار المأمون للتراث دمشق س۔ن؛ المکتفی :167؛آلوسی، ابو الفضل سید

محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی:305/11، داراحیاءالتراث العربی،س-ن
5- الانصاری، زکریا بن محمد، ابو یحییٰ،المقصد التلخیص ما فی المرشد فی الوقف والابتداء:15، دار المصحف ،دمشق، الطبعة الثانیة،1985ء؛الشمؤنی،منار الهدی :102
6-البقره2 : 111-112
7-مکی بن ابی طالب،امام،شرح کلا وبلی ونعم:81 ؛الدانی، المکتفی :171؛الشمؤنی،منار الهدی :109؛الشوکانی، محمد بن علی ،فتح القدیر الجامع بین فنی الروایة والدرایة من علم التفسیر: 130/1، دار الفکر ،بیروت، س-ن؛روح المعانی 360/1
8-آل عمران 3: 7
9-انباری،ایضاح الوقف والابتداء2/ 566-567؛الدانی،المکتفی :197؛الشمؤنی،منار الهدی:155
10-آل عمران3: 75 -76
11-المکتفی :204؛شرح کلا وبلی ونعم :84 ؛الزمخشری،محمود بن عمر،ابو القاسم،الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوه التاویل 438/1 ،دارالفکر،بیروت لبنان،س-ن؛فتح القدیر 353/1؛روح المعانی 203/3؛ابن جزری، محمد بن محمد، ابو الخیر، التمہید فی علم التجوید: 200، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزیع بیروت، 1986ء
12-المائده 5: 18
13-التفسیر الکبیر 113-114/7
14-آل عمران3:124-125
15-القطع والائتناف :133؛المکتفی :207؛القرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد ابی بکر،الجامع لاحکام القرآن:195/4، دار الشاب قاہره، 1372ھ، طبعہ ثانیہ الجامع لاحکام القرآ ن؛روح المعانی 44/4
16-المائده 3:5
17-ایضا ح الوقف والابتداء611/2؛القطع والائتناف :171؛المکتفی :234؛منارالهدی :240
18-الانعام 80:6
19-القطع والائتناف :196؛منار الهدی :275؛روح المعانی 204/7
20-الاعراف172:7
21-الثعالبی، عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف ،تفسیر الثعالبی، الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن:652، مؤسسة الاعلمی، للمطبوعات، بیروت،س-ن
22-القطع والائتناف:222- 223؛المکتفی:280؛الطبری،ا بو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن المشہورتفسیر طبری118/9،، دار الفکر ،بیروت، 1405ھ
23-الفرّاء،یحی بن زیاد،ابو زکریا،معانی القرآن 102/2،تحقیق،عبد الفتاح اسماعیل ،دار السرور،س -ن

24-ھود 46:11
25-القطع والائتناف :263؛منار الھدیٰ:377-378
26-النحل 28:16
27-القطع والائتناف :293؛المکتفی :350؛شرح کلا وبلی ونعم :90 ؛منار الھدی :432-433؛فتح القدیر 1593؛روح المعانی 129:14
28-مریم 78-79
29-ایضاح الوقف والابتداء766/2؛المکتفی :376؛منار الھدی :483
30-الجامع لاحکام القرآن146/11؛البیضاوی،عبد اللہ بن عمر،انوار التنزیل واسرار التاویل،تفسیر البیضاوی32/4، دار فراس للنشر والتوزیع ، س۔ن؛روح المعانی 130/16
31-مریم19: 82-81
32-المکتفی377 ؛ التمہید فی علم التجوید192 ؛السخاوی،علی بن علی ،ابو الحسن،جمال القراءوکمال الاقراء: 599/2 مطبعة المدنی ،السعودیة ، س۔ن۔ء؛روح المعانی 133/16؛ الجامع لاحکام القرآن 148/11
33-المؤمنون :100
34-جمال القرّاء599/2؛ التمہید فی علم التجوید : 192 ؛ابو حیان،محمدبن یوسف،البحر المحیط:548/7، دارالفکر،بیروت لبنان،1411ھ/1992ء؛الجامع الاحکام القرآن 150/12؛فتح القدیر 498/3؛روح المعانی 64/18
35-الفرقان25: 32
36-ایضاح الوقف والابتداء805/2؛القطع والائتناف:368-368؛المکتفی :417
37-محولہ بالا؛الجامع لاحکام القرآن 28/13
38-ایضاح الوقف والابتداء805/2
39-منار الھدی:549
40-الشعراء، 26: 14-15
41-القطع والائتناف :373-374؛المکتفی :422؛منار الھدی :556؛الجامع لاحکام القرآن92/13
42-الشعراء، 26: 61-62
43-القطع والائتناف :375؛المکتفی :423؛منار الھدی:559؛ السیوطی، جلال الدین ،علامہ، الاتقان فی علوم القرآن: 254/1، مکتبة المعارف ،الریاض،1461ھ/1991ء؛المحلی،محمد بن علی،و السیوطی، عبدالرحمن، ابو بکر، جلال الدین، تفسیر جلالین ۱۴۸۴، دار الحدیث قاہرہ،س۔ن۔
44-سبا:27
45-القطع والائتناف:420؛المکتفی :465؛الاتقان فی علوم القرآن 245/1؛منار الھدی:627؛الجامع لاحکام القرآن، 300/14/؛تفسیر الجلالین 567/1
46-یٰس 36: 52
47-ایضاح الوقف والابتداء853/2؛القطع والائتناف:432؛المکتفی: 473 ؛منارالھدی:461؛ابن جوزی،عبد الرحمٰن بن علی ،زاد المسیرفی علم تفسیر 26/7،محقق ،عبد الرزاق المھدی،دارالکتاب العربی، بیروت۔؛النسفی، ابو

البرکات، عبداللہ بن احمد ابن محمود،تفسیر نسفی:11/4،دار الکتب العلمیة ،بیروت،س۔ن
48۔یٰس36: 81
49۔شرح کلاوبلی ونعم : 94 ؛القطع والائتناف :434؛المکتفی :476؛التمہید فی علم التجوید: 202 ؛روح المعانی56/23
50۔منار الھدی :644
51۔المؤمن40: 50
52۔شرح کلا وبلی ونعم : 97 ؛القطع والائتناف :454 ؛المکتفی : 495 ؛التمہید فی علم التجوید: 203 ؛منار الھدی:678؛؛الجامع لاحکام القرآن322/15؛فتح القدیر 495/4
53۔ الاحقاف46: 33
54۔شرح کلا وبلی ونعم:99-98 ؛القطع والائتناف :482؛المکتفی :522؛التمہید فی علم التجوید: 203
55۔المعارج70: 11-15
56۔القطع والائتناف:544؛المکتفی586؛منار الھدی:805؛تفسیر طبری75/29؛الجامع لاحکام القرآن 287/18؛ تفسیر الجلالین 765/1
57۔المعارج70: 39-38
58۔ایضاح الوقف والابتداء426/1؛القطع والائتناف :545؛المکتفی :587؛منار الھدی :806؛الجامع لا حکام القرآن 294/18؛تفسیر النسفی 281/4؛ابن کثیر، ابو الفداء،اسماعیل بن عمر الدمشقی،تفسیر القرآن العظیم 424/4،دار الفکر،بیروت، ١٠۴١ھ
59۔البغوی، محمد حسین بن مسعود الفرائ،معالم التنزیل المشہورتفسیر البغوی 335/4 ، دار المعرفة بیروت، 1407ھ
60۔المدثر74: 16-15
61۔جمال القرّاء600/2؛القطع والائتناف : 551؛منار الھدی:814؛التمہید فی علم التجوید:194 ؛الجامع لاحکام القرآن 19/ 73-72؛روح المعانی 122/29
62۔المدثر74: 53-52
63۔ایضاح الوقف والابتداء428/1؛القطع والائتناف :551؛المکتفی :596؛منار الھدی :815؛الجامع لاحکام قرآن 90/19
64۔تفسیر البیضاوی 418/5
65۔الجامع لاحکام القرآن 90/19
66۔القیامة75: 10-11
67۔شرح کلا وبلی ونعم:43-44؛ ایضاح الوقف والابتداء428/1؛المکتفی:597؛جمال القرّاء601/2؛ منارالھدی :818؛البحر المحیط 346/10 روح المعانی 140/29
68۔القیامة75: 19-20
69۔شرح کلا وبلی ونعم : 43-44 ؛جمال القرّاء602/2؛ایضاح الوقف والابتداء429/1؛التمہید فی علم التجوید:195

70-المطففين83: 13-14
71-ايضاح الوقف والابتداء430/1؛القطع والائتناف :566؛المكتفى:613؛ الجامع لاحكام القرآن 259/19؛ روح المعانی 72/30
72-انشقاق84: 14-15
73-شرح كلا وبلى ونعم : 98-99 ؛ايضاح الوقف والابتداء972/2؛القطع والائتناف :567؛ المكتفى:614؛ التمہید فی علم التجوید: 204 ؛تفسير الكشاف727/4؛الجامع لاحكام القرآن 294/19؛روح المعانی 81/30
74-الفجر89: 16-17
75-ايضاح الوقف والابتداء431/1؛القطع والائتناف :572؛المكتفى:619
76-العلق96: 15
77-شرح كلاوبلى ونعم :61-62 ؛ القطع والائتناف :576؛التمہیدفی علم التجويد:196؛: تفسير الكبير 24/32
78-شرح كلا وبلى ونعم : 62؛ جمال القرّاء605/2
79-التکاثر102: 5
80-مریم 19: 71
81-شرح كلاوبلى ونعم : 65 ؛ايضاح الوقف والابتداء432/1 ؛ المكتفى:628؛فتح القدير 489/5؛روح المعانی 225/30
82-الهمزة104: 3-4
83-ايضاح الوقف والابتداء432/1؛القطع والائتناف :578؛المكتفى:628؛منار الهدى: 862
84-تفسير البيضاوى 529/5